"الکشف والبیان عن تفسیر القرآن"کا منہج واسلوب

Methodology and style of Al-kashf wa-al bayan-un-tafseer-el-Quran

Asad Lateef
M.Phil Scholar Riphah International University Faisalabad Campus
Email: asadlateef20@gmail.com
Hafiz Muhammad Kashif
PhD Scholar Department of Usool ul Deen University of Karachi
Email: 786kashif2015@gmail.com
Muhammad Noor
PhD Scholar NCBA&E Sub campus Multan
Email: mnoorsaeedi786@gmail.com

Abstract

The holy Quran is the beacon and source of guidance for entire humanity. A human's worldly and heavenly successful achievement depends upon Quran's understanding and acting upon its orders. The holy prophet Muhammad gave us the beginning of Quran's understanding through his beautiful methodology. The followers and scholars derived guidelines for interpretations from that beautiful methodology, on which interpretations had been written later on. Some of them are called mother books of interpretations, and one of them is an interpretation الکشف والبیان عن تفسیر القرآن)) which is easy to understand, scholarly and literary along with its superior standard. It also covers all interpretational sciences and debates.

In my perspective, there are some things which need to be done. It is necessary to do a detailed review of how this interpretation impacted on other interpretations followed by it and how other authors coming after Saalbi got benefit from his interpretational methodology. There is need to highlight the jurispudential insight of Imaam saalbi at research level.

Through this article we will get to know, what were the steps, methodology and sources Imam Saalbi used to write such a great book which became one of the assets of Muslims for guidance to right path. We will also have a short introduction about the author of that interpretation (الکشف والبیان عن تفسیر القرآن).

Keywords: Islam, Methodology tafseerSalbi, Abuishaqsalbi, Alkashf wal bian un tafseer alquran

قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی آخری اور محفوظ ترین کتاب ہے اور اس میں ہدایت ورہنمائی کے اتنے خزانے بھر دیے گئے ہیں کہ ساری دنیا کے انسانوں کے لئے یہ کتاب تاابد رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر وتشریح خود رسول اکرم ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ سے امت کے سامنے رکھی اور ساتھ ساتھ آئندہ کے مفسرین کے لئے رہنماء اصول بھی عطا فرمائے۔ زمانہ مابعد میں اپنے اپنے دور کے علم وفنون اور ضروریات کے مطابق قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرکے عوام الناس تک پہنچانے کا مہتم بالشان کام مفسرین نے اپنے ذمہ لیتے ہوئے تمام تر خدمات

تفسیرِ قرآن کے لئے وقف کردیں اور یوں تفسیر کی بے شمار کتب منظر عام پر آئیں۔ جن تفاسیر کو امہات الکتب کا درجہ حاصل ہوا ان میں تفسیر **"الکشف والبیان عن تفسیر القرآن"** جو کہ اپنے مصنف کے معروف نام کی مناسبت سے " تفسیر ثعلبی " کے نام سے مشہور ہے، کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس تفسیر کے مصنف ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری کا شمار پانچویں صدی عیسوی کے عظیم مفسرین میں ہوتا ہے۔ یہ تفسیر اپنے منہج واسلوب کے اعتبار سے منفرد مقام کی حامل ہے اور بعد کے اکثر مفسرین نے اس تفسیر کو بطور ماخذ اپنایا ہے۔ یہ تفسیر انتہائی سہل، دلکش، اثر انگیز، علمی اور ادبی اعتبار سے اعلیٰ معیار کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ تمام تفسیری علوم ومباحث کا احاطہ بھی کرتی ہے۔ یہ تفسیر، تفسیر بالماثور کی طرز پر لکھی گئی تفاسیر میں مختصر مگر جامع تفسیر ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ تفسیر **"الکشف والبیان عن تفسیر القرآن"** جیسی جامع اور اہم تفسیر کا منہج واسلوب منظر عام پر لایا جائے؛ تاکہ علم تفسیر سے شغف رکھنے والے احباب اس سے استفادہ کرسکیں۔ اسی وجہ اس مختصر مضمون میں **"تفسیر ثعلبی"** کے منہج واسلوب کو ذکر کیا گیا ہے۔

تعارفِ مؤلف:

تفسیر الکشف والبیان عن تفسیر القرآن کے مصنف کا نام احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری ہے[1] امام ابواسحاق ثعلبی کے مشہور شاگرد علامہ واحدی نے اپنی تفسیر الوسیط میں، امام بغوی نے اپنی تفسیر میں اور عبد الغافر فارسی نے المنتخب میں ذکر کیا ہے کہ امام مذکور کا لقب ثعلبی ہے، آپ کو ثعالبی بھی کہا جاتا ہے۔[2] اسی طرح آپ کو "استاد" کے لقب سے بھی ملقب کیا گیا ہے۔[3]

نسبت:

امام ابواسحاق ثعلبی کی نسبت "نیشاپوری" خراسان کے شہر نیشاپور کی طرف ہے۔[4]

کنیت:

آپ کی کنیت "ابواسحاق" ہے۔[5]

تاریخِ ولادت:

امام ابواسحاق ثعلبی کی تاریخ پیدائش ان کتب تراجم میں نہیں ملتی جن میں آپ کا تذکرہ موجود ہے، البتہ امام صاحب نے بعض جگہوں پر اپنی تفسیر "الکشف والبیان" میں اپنی سند کے حوالے سے اپنے اساتذہ سے سماع کی تاریخیں ذکر کی ہیں جن کی مدد سے ہم ولادت کے قریب کے زمانے کا اندازہ لگا سکتے ہیں: مثلاً

1۔ ہمیں شیخ ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن عبدویہ بن سدوس عبدوی نے ماہ رجب ۳۸۴ھ میں حدیث بیان کی۔

2۔ ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حمدون بن الفضل نے ماہ صفر ۳۸۸ھ میں اس طرح پڑھایا کہ میں نے ان کو پڑھ کر سنایا اور انہوں نے میری تصدیق کی۔

اور اسی طرح امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنے شیخ ابن المقرئ محمد بن ابراہیم بن علی اصبہانی اور ابن مہران سے حدیث نقل کی ہے اور ان دونوں اساتذہ کا سن وفات ۳۸۱ھ ہے۔

اگر ان مذکورہ تاریخوں کو دیکھا جائے تو ہم دو باتیں یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں:

۱۔ امام ابو اسحاق ثعلبی کی ولادت ۳۷۵ھ سے قبل اور ۳۶۰ھ کے بعد ہوئی ہے۔

۲۔ امام ابو اسحاق ثعلبی نے طلب علم اور اپنے شیوخ سے سماع ۳۸۰ھ کے بعد شروع کیا۔

حصولِ علم:

امام ثعلبی کا اپنا گھر ایک درس گاہ تھی جہاں بڑے بڑے علماء تشریف لا کر درس دیا کرتے تھے جسکا ذکر امام ثعلبی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں کیا ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ ابو حامد صوفی سے تفسیر الدیامطی اور سورۃ الاخلاص کی تفسیر شیخ ابن فنحویہ سے اپنے گھر میں پڑھی۔ امام ثعلبی نے تین سو کے قریب شیوخ کے علوم سے کسب فیض کیا اور بے شمار کتب اور مسموعات سے علم کو جمع کیا جو یقیناً بڑی عرق ریزی اور ورق گردانی کے بعد ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ اور امام کے موضوعات کا تنوع بھی جو ان کی تفسیر کے مقدمہ میں انہوں نے خود ہی ذکر کیا ہے اس سے بھی امام کی حصول علم میں کی گئی کاوشوں کو آشکار کرتا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک نوع اپنی حصول کے لئے اور پھر اس میں وسعت و گہرائی پیدا کرنے کے لئے زبردست محنت کی متقاضی ہے۔ امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "الکشف و البیان" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"پس میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ایک مختلف مقاصد پر مشتمل، مہذب، کامل، ملخص، آسان فہم اور منظم کتاب کی تصنیف کے لئے استخارہ کیا جو کہ تقریباً سو کتابوں کا مجموعہ ہے اور یہ کتابیں حاشیوں، اجزاء اور مسموعات کے علاوہ ہیں جو میں نے اپنے ثقہ مشائخ سے سنی ہیں جن کی تعداد تقریبا تین سو ہے"۔[6]

فقہی مذہب:

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ فقہ میں شافعی المذہب تھے، اسی لئے وہ مصنفین جنہوں نے "طبقات الشافعیۃ" لکھے ہیں ان میں امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ذکر کیا ہے، مثلا علامہ سبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبری" میں اور علامہ اسنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الاسنوی" میں امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق فقہاء شافعیہ سے ذکر کیا ہے۔[7]

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بھی حسب ضرورت فقہی مباحث کی ہیں جن میں وہ "قال

اصحابنا"(یعنی ہمارے اصحاب نے فرمایا)، "وفی المذھب کذا"(مذہب میں یوں ہے)، "مذھبنا کذا"(ہمارا مذہب فلاں ہے)، یا"الاظھر فی المذھب کذا"(مذہب میں یہ زیادہ واضح ہے)۔ان سب اصطلاحات سے امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد مذہب شافعی ہی ہوتی ہے۔

امام ابو اسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کی مؤلفات:

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے بہت سا علمی ذخیرہ چھوڑا جو ان کے شاگرد خاص علامہ واحدی کے بیان کے مطابق پانچ سو سے زائد مصنفات پر مبنی ہے، یہ سب امام کی علم میں پختگی اور وسعت اور گہرائی پر کھلی دلیل ہے، لیکن کم قسمتی سے ان مؤلفات میں سے چند ایک کے علاوہ آج امت ان سے محروم ہے مگر ان کتب کا تعارف یا حوالہ جات قدیم کتب میں بکثرت ملتے ہیں۔

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے جن کی کچھ معرفت حاصل ہو سکی وہ مندرجہ ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ قصص الانبیاء2۔ نفائس العرائس ویواقیت التیجان فی قصص القرآن

3۔ قصۃ شمسون النبی علیہ السلام

4۔ قصۃ یوسف علیہ السلام

5۔ قصۃ موسی علیہ السلام

6۔ کتاب مبارک یذکر فیہ قتلی القرآن العظیم الذین سمعوا القرآن وماتوا بسماعہ

7۔ الدرۃ الفاخرۃ فی الامثال السائرۃ

8۔ الکامل فی علوم القرآن9۔ ربیع المذکرین

10۔ الکشف والبیان عن تفسیر القرآن

وفات:

عام اور مشہور قول کے مطابق امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات محرم الحرام ۴۲۷ھ کو نیشاپور میں ہوئی۔[8]

تفسیر "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" کا منہج واسلوب

کسی بھی مؤلف کی کتاب کا منہج واسلوب سمجھنے سے قبل اس کے مقدمہ کے نہج کو جاننا انتہائی معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے، خاص کر ایسی صورت میں جب کہ مؤلف نے خود اپنی کتاب کے مقدمہ میں کتاب کی تالیف کا طرز، اس کے مراحل، سبب تالیف اور اس کے مصادر کو خود بیان کیا ہو۔ امام ثعلبی نے اپنی کتاب کے شروع میں ایک نہایت اہم مقدمہ تحریر کیا، جس میں انہوں نے اپنی کتاب کے منہج واسلوبِ نگارش پر روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا

ہے کہ وہ بچپن سے ہی علماء کی خدمت میں حاضری دیتے تھے اور علم تفسیر کے حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ان کی محنت و کاوش کی حد یہ ہے کہ وہ رات بھر جاگتے رہتے حتی کہ خداوند کریم نے ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے جس سے وہ حق و باطل، ادنی و اعلی، جدید و قدیم، اور بدعت و سنت میں فرق کرنے لگے اور ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مفسرین قرآن کی چند قسمیں ہیں:

۱۔اہل بدعت وضلالت مثلاً جبائی اور رمانی وغیرہ

۲۔مفسرین کی وہ جماعت جو بہترین مصنف تھے مگر انہوں نے اہل بدعت کے اقوال کو سلف صالحین کے اقوال کے ساتھ ملا دیا ہے مثلاً ابو بکر قفال۔

۳۔وہ مفسرین کہ جو نقل و روایت کے اندر محدود رہے اور نقد و درایت کی جانب توجہ نہ دی مثلاً ابو یعقوب اسحق بن ابراہیم حنظلی۔

۴۔ایک قسم کے مفسرین وہ تھے جنہوں نے اسناد کو حذف کر کے کتابوں سے روایت کی اور اپنی کتابوں کو رطب و یابس کا پلندہ بنا دیا۔یہ لوگ علماء میں شمار نہیں ہوتے اور میں نے کتاب میں ان کا ذکر نہیں کیا۔

۵۔مفسرین کی ایک جماعت وہ تھی جنہوں نے حسن تالیف کا حق ادا کر دیا مگر ان کی تصانیف میں تکرار اور اعادہ کی بھر مار ہے۔ابن جریر طبری بھی انہی میں شامل ہیں۔

٦۔مفسرین کی ایک قسم وہ ہے جنہوں نے تفسیر قرآن کے دوران نہ حلال و حرام پر روشنی ڈالی ہے نہ اس کے غوامض و مشکلات کی گرہ کشائی کی اور نہ گمراہ فرقوں کی تردید کا بیڑہ اٹھایا مثلاً مجاہد، کلبی، اور سدی وغیرہم

مصنف کا بیان ہے کہ میں نے متقدمین کی تصانیف میں ایسی جامع کتاب نہیں دیکھی جو ان تمام صفات کی حامل ہو چنانچہ لوگوں نے ایسی جامع تفسیر لکھنے کی فرمائش کی اور میں نے ان کے حق کو ملحوظ رکھتے ہوئے رضائے الٰہی کی خاطر بعد از استخارہ بتوفیق ربانی اس کتاب کا آغاز کر دیا۔اس کتاب میں تقریبا ایک سو کتب کا منتخب مواد میں نے جمع کر دیا ہے۔تعلیقات اور متفرق اجزاء سے جو استفادہ کیا ہے وہ اس پر مزید ہے۔اس کے علاوہ تین سو کبار شیوخ اور اساتذہ سے جو اسرار و رموز مل سکے وہ بھی کتاب میں نہایت اختصار کے ساتھ اور حسن ترتیب کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں۔اس کا نام میں نے "الکشف و البیان عن تفسیر القرآن" تجویز کیا۔جن اساتذہ سے تفسیری روایات اخذ کی تھیں ان کا ذکر آغاز کتاب میں کر دیا ہے آگے چل کر کتاب میں پوری سند ذکر نہیں کی۔معاصر مصنفین جن سے استفادہ کیا اور الفاظ غریبہ و قراءت پر مشتمل جن کتب سے مدد لی ان سب تک اپنی سند ذکر کر دی ہے۔ایک باب میں قرآن اور حاملین قرآن کے فضائل بیان کئے اور دوسرے میں تفسیر و تاویل کے معنی و مفہوم کی عقدہ کشائی کی اور پھر اصل تفسیر کا آغاز کیا۔اور شروع میں اجمالاً اچھی صفات جن

سے تفاسیر کو متصف ہونا چاہئے ان کا ذکر کرتے ہوئے اپنے منہج کا ذکر کیا کہ ہر مؤلف کی کسی بھی فن میں ایک کتاب ایسی ہونی چاہئے جو ان مندرجہ ذیل چیزوں سے خالی نہ ہو: استنباط کرنا جہاں اس بات کی وضاحت نہ ہو، یا چیزوں کو جمع کرنا جہاں وہ متفرّق ہوں، یا چیزوں کی شرح کرنا جہاں ان میں غموط پایا جاتا ہو، یا حسنِ نظم اور تالیف، یا حشو اور تطویل سے حفاظت۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب ان شاءاللہ ان میں سے کسی بھی چیز سے خالی نہیں ہو گی، اور اس طرح سے امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی اپنی کتاب کا منہج ذکر کیا ہے۔[9]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "میں نے جامعہ ازہر کی لائبریری میں اس تفسیر کا ایک ناقص قلمی نسخہ دیکھا جو چار مجلدات پر مشتمل تھا، چوتھی جلد سورہ فرقان کے آخر تک جا کر ختم ہوئی کتاب کا باقی حصہ کافی تلاش و بسیار کے باوجود بھی کہیں نہیں مل سکا۔ مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ علمائے سلف کے اقوال پر مشتمل ہے، اسانید آغازِ کتاب میں ذکر کر دی ہیں اور آگے چل کر کتاب میں ان کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

سورۃ کا تعارف:

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ کی تفسیر کرتے ہوئے ابتداء میں اس سورۃ کا نام اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں اور آیات کی تعداد کے ساتھ ساتھ کلمات اور حروف کی تعداد بھی ذکر کرتے ہیں۔

جیسا کہ سورہ نساء کی ابتداء میں ہے: "سورة النساءهذه السورة مدنية،وهی ستة الفا وثلاثون حرفا،وثلاثة آلاف وسبع مائة وخمس واربعون كلمة ،ومائة وست وسبعون آية"۔

سورۃ کے فضائل کا تذکرہ:

اگر کسی سورۃ کے فضائل موجود ہوں تو اسکی شان میں احادیث کو بھی لاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النساء ہی کے فضائل میں وارد روایت ہے :اخبرناابوجعفر كامل بن احمد النحوی انااابوعمرومحمد بن جعفر الشروطی ثنا ابراهيم بن شريک الكوفی ثنااحمد بن عبدالله بن يونس اليربوعی ثنا سلام بن سليم المدينی ثنا هارون بن كثير عن زيد بن اسلم عن ابيه عن ابی امامةعن ابی بن كعب قال:قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:من قراءسورةالنساءفكانماتصدق علی كل من ورث ميراثا،واعطی من الاجر كمن اشتری محررا وبرئ من الشرک ،وكان فی مشيئة الله من الزين يتجاوز عنهم ۔

نحوی مسائل پر بحث:

مصنف علیہ الرحمۃ نحوی مسائل میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں مثلاً آیت "بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ"[10] کی تفسیر کرتے ہوئے "نعم وبئس" افعال مدح وذم کی وضاحت کی:

بئس ونعم فعلان ماضيان وضعا للمدح والذم لايتصرفان تصرف الافعال ومعنى الآية:بئس الذی اختياروا لانفسهم حين استبد لواالباطل بالحق،والكفر بالايمان۔وقيل:معناه بئس باعوا به حظ انفسهم[11]

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نحوی تحقیق کرتے ہوئے "غیر منصرف"[12] (وہ اسم جس میں اسباب منع صرف کے دو سبب یا کوئی ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو) کی جگہ "ترک الصرف" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح "منصرف"[13] (ایسا اسم جس میں دو اسباب منع صرف یا کوئی ایک ایسا سبب جو دو کے قائم مقام ہونہ پایا جائے) کی جگہ "غیر مصروف" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جو کہ "علم النحو" کی قدیم اصطلاح ہے۔

صرفی مسائل پر بحث:

مصنف علیہ الرحمہ علم صرف کے مسائل کی بھی وضاحت کرتے ہیں مثلاً سورہ نساء کی پہلی آیت:
(يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا) میں" تَسَآءَلُونَ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں(مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِ)ای تتساءلون،خففه اهل الكوفة حزف احدی التاءين تخفيفا،كقوله(ولاتعاونوا)ونحوها۔

قراءت پر بحث:

مصنف علیہ الرحمہ قراءت کے اختلاف کو بھی تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ نساء کی پہلی آیت ہی کی مثال "ٱلۡأَرۡحَامَۚ" میں قراءت کو نقل کیا۔

(وَٱلۡأَرۡحَامَ) قراءة العامة نصب ای :واتقو الارحام ان تقطعوها وقراءالنخعی ويحيى بن وثاب ،وطلحة بن مصرف،وقتادة،والاعمش۔وحمزة بالخفض،علی معنی "وباالارحام" كماتقول:سالتک بالله وبالرحمن،ونشدک بالله والرحمن۔ والقراءة الاولى اصبح وافصح،لان العرب لاتكاد تنسق بظاهر على معنى،الاان يعيدوا الخافض،فيقولون:"مررت به وبزيد"

اشعار سے استشہاد:

مصنف علیہ الرحمہ مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی اور قراءت کی پوزیشن واضح کرتے ہوئے اشعار سے بھی استشہاد کرتے ہیں مثلاً سورہ نساء ہی کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ "ٱلۡأَرۡحَامَۚ" میں اختلاف قراءت ذکر کرنے کے بعد راجح قراءت پر بطور دلیل اشعار نقل کیے۔

وينصبون كقوله الشاعر:

ياقوم مالى واباذؤيب

الاانه جائز مع قتلته وقد ورد فی الشعر،كماقال الشاعر:

فاليوم قربت تهجوناوتشتمنا   فاذهب فمابک والايام من عجب۔

وانشد(والفراء)لبعض الانصار:

نعلق في مثل السوارى سيوفنا   ومابينها والكعب غوط نفانف

وقراء عبدالله بن يزيد المقرئ(ٱلۡأَرۡحَامَ)رفعنا على الابتداء كانه نوى تمام الكلام عند قوله(تساءلون به)ثم ابتداء(ٱلۡأَرۡحَامَ)رفعا على الابتدا كما يقال:"زيد ينبغى ان يكرم"ويحتمل ان يكون اغراء لان من العرب من يرفع المغرى وانشد الفراء:

ان قوما منهم عمى وشباه عمير منهم السفاح

لجديرون بالقاءاذاقال اخو النجدة السلاح السلاح

تشریح لغات:

عربی بہت وسیع زبان ہے اس کے مفردات کا حل بھی لازمی ہے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ قرآنی آیات کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے لغوی تحقیق میں انتہاء تک پہنچ جاتے ہیں۔بہت ہی سہل اور عمدہ اور آسان طریقہ سے کلام کو واضح کرتے ہیں۔مثال کے طور پر سورۃ النساء میں(واتوالنساء صد قاتھن نحلہ)میں "صد قاتھن" اور "نحلہ" کی لغوی تشریح کی:

والصدقات المهورواحد تها صد قاتها بفتح الصاد،وضم الدال على لفظ الجمع وهى لغة اهل الحجاز وتميم وتقول:" صُدقة"بضم الصاد وجزم الدال فاذاجمعواقالوا:صدقات:بضم الصاد وسكون الدال،و"صُدُقات"بضم الصاد والدال،مثل"ظلمة،ظلمات"نظيرها(المثلات)لغة اهل الحجاز بفتح الميم وضم الثاء،واحدتها"مثلة"على الجمع،ولغة تميم"مثلة"ومُثلات،و(مُثُلاث)۔

(نحله)قال قتاده:"فريضة واجبة"ابن جريج وبن زيد :"فريضة مسماة"۔قال ابو عبيد :"ولاتكون النحلة الا مسماة معلومة"الكلبى:"عطية وهبة"ابوعبيد:عن طيب نفس"۔الزجاج:"تد ينا"وفيه لغتان: ونحلة، واصلها من العطاء ومونصب ولى التفسير وقيل :على المصدر۔

فقہی احکام:

اس تفسیر کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ آیات الاحکام کی تفسیر کرتے ہوئے فقہی احکام وخلافیات کی تفصیل ذکر کرتے اور موافق ومخالف دلائل وبراہین پر بھی روشنی ڈالتے ہیں حتی کہ آیت میں ذکر کردہ مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آیت کا معنی ومطلب کھل کر سامنے آجاتاہے۔مثلاً قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا"يُوۡصِيۡكُمُ اللّٰهُ فِىۡۤ اَوۡلَادِكُم "[14]اس آیت کی تفسیر میں مصنف نے گویاورثہ کی تقسیم کے متعلق ایک پوری کتاب تحریر کردی ہے، تقسیم وراثت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو اس میں مذکور نہ ہو اس کے علاوہ مصنف نے اس پر کھل کر گفتگو کی ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں ورثہ کیونکر تقسیم کیاجاتا تھا۔[15]

اسی طرح قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" وَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ"[16]اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مصنف پہلے "لمس" اور "ملامسہ" کا مفہوم علمائے سلف

کے اقوال سے واضح کرتے ہیں پھر بتاتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں فقہاء کے پانچ مذاہب ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب واضح کرنے میں آپ نے خصوصی تفصیل سے کام لیا ہے پھر تیمم سے متعلق علماء کے اقوال و مذاہب پر روشنی ڈالی اور ہر فقیہ کے ذکر کردہ دلائل کا تجزیہ کیا۔[17]

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فقہی مباحث میں "قال الثعلبی، قال الثعلبی سمعت" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ قال الثعلبی: سے مراد امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیر کرتے ہوئے اپنی رائے اور اصح قول کی طرف اشارہ ہے۔ اور اپنے اساتذہ کے افادات واقوال نقل کرتے ہوئے "قال الثعلبی سمعت" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

ناسخ منسوخ:

اسی طرح ناسخ و منسوخ کا جاننا استنباط احکام کے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ اس علم کے بغیر قرآن مجید کو سمجھنا ممکن ہی نہیں، اس لئے کہ قرآن مجید کا نزول تدریجاً ہوا اور حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ احکامات وارد ہوئے، اور تحریم و تحلیل کا عمل بھی اسی تدریجی عمل سے گزرا جس کی بنا پر بعض آیات بعض کے لئے ناسخ بنیں، اور اس لئے ناسخ اور منسوخ کا علم حاصل کئے بغیر قرآن مجید کا صحیح فہم حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

کسی بھی آیت کو جہاں کہیں ناسخ و منسوخ پایا جاتا تھا امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی وضاحت کئے بغیر اسے نہیں چھوڑا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وعلى الذين يطيقونه فدية" [18] اور جو اس کی طاقت رکھتے ہوں تو وہ فدیہ دے دیں۔ اس آیت کے تحت امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ حکم روزہ کی فرضیت کا ابتدائی حکم ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر رمضان کے روزوں کو فرض کیا تھا تو لوگوں کو روزہ رکھنے یا کھانا کھلا دینے میں اختیار دیا تھا، جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے اور اس کے بدلہ میں فدیہ دے دے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو" فمن شهد منكم الشهر فليصمه" [19] سے منسوخ فرما دیا اور ہر حال میں روزہ کا واجب ہونا بیان فرمایا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اسی قول پر ہیں۔

عقائد کی مباحث:

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ خود اسی بات کے قائل ہیں کہ کسی بھی اچھی تفسیر میں آیات سے مستنبط عقائد کو بیان کیا جائے اور موجودہ اور سابقہ فرق باطلہ کی باطل تاویلات کا رد کیا جائے۔ اس لئے اسی بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں جگہ جگہ عقائد کی ابحاث کو بھی ذکر کیا ہے اور ضرورت کے وقت فرق باطلہ پر رد بھی کیا ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کے ارشاد ہے" وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة " [20] "اس دن کھلے ہوئے

چہرے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے "اس کے تحت اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق رؤیت باری تعالیٰ کو قرآن وسنت سے استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا ہے بر خلاف معتزلہ کے جنہوں نے اس رؤیت کا انکار کیا ہے۔

قرآن کریم قیامت تک لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا اور اس میں قیامت تک آنے والے مسائل کے لئے اصول موجود ہیں، اور ان اصولی آیات کی تعداد جن سے فقہی احکامات مستنبط کئے گئے ہیں تقریباً پانچ سو ہیں۔اور امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام مقامات جہاں پر کسی فقہی مسئلہ سے بحث ہو سکتی تھی وہاں پر بڑی تفصیلی دلائل کیساتھ بحث کی ہے اور ہر موقف کو اس کے قائل کے نام اور ان کے دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بعض جگہوں پر بغیر قائل کا ذکر کئے اختصار کیساتھ ویسے ہی ذکر کر دیا ہے، اور امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود شافعی ہیں اس لئے اکثر و بیشتر ان کے ہاں فقہی مسائل میں مذہب شافعی ہی راجح ہوتا ہے، مثلا: مقتدی کا امام کے پیچھے قراءۃ الفاتحہ کے بارے میں اس طرح عنوان باندھا ہے: "ذکر وجوب قراء تھا (أی الفاتحۃ) علی المأموم کوجوبھا علی الإمام و اختلاف الفقھاء فیہ"۔ مقتدی کا امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کو امام کی طرح پڑھنے کے وجوب کا بیان اور فقہاء کا اس میں اختلاف۔ پھر اس میں علماء کے اقوال ذکر کئے ہیں اور کہا کہ مالک بن انس فرماتے ہیں کہ امام جب سری نماز پڑھا رہا ہو اس صورت میں مقتدی پر سورۃ الفاتحہ کو پڑھنا واجب ہے اور اگر جہری نماز ہے تو پھر واجب نہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے، لیکن قول جدید کے مطابق مقتدی پر نماز سری ہو یا جہری ہر صورت میں سورۃ الفاتحہ پڑھنی واجب ہے۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں سکوت ہی واجب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔اور پھر اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہکے متدلات کو بیان کر کے ان کی ترجیح قائم کی ہے اور اس قول کو صحابہ، تابعین اور ائمہ کی ایک بڑی جماعت کی طرف منسوب کیا ہے، پھر اس کے بعد امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے متدلات کو ذکر کر کے ان کے ایک ایک کر کے جوابات بھی دیئے ہیں۔

الغرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ ہر علمی مسئلہ کے ذکر وبیان میں اس حد تک طوالت سے کام لیتے ہیں کہ یہ کتاب تفسیر بالماثور کے دائرہ سے نکلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔[21]

اسرائیلی روایات کا ذکر:

اس تفسیر میں مذکورہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک افسوسناک پہلو بھی ہے کہ مصنف نے اسرائیلی واقعات اور اخبار کے ذکر وبیان میں کافی فیاضی دکھائی ہے اور اس پر طرفہ یہ کہ کہیں بھی نقد وجرح کا نام تک نہیں لیا حالانکہ بیان کردہ واقعات میں سے اکثر نہایت عجیب وغریب اور حیرت افزاء ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ قصے کہانیوں کے بہت دلدادہ تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے (روایات کی صحت و عدم صحت کا لحاظ کیے بغیر) انبیاء کرام علیہ السلام کے واقعات پر ایک مستقل کتاب لکھ ڈالی۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اپنی تفسیر میں آیت " اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَہْفِ "[22] کی تفسیر کی ہے وہاں اصحاب کہف کے اسماء، ان کی تعداد اور ملک سے نکلنے کے اسباب و وجوہ کے سلسلے میں سدی، وھب اور دیگر علماء کے بکثرت اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ پھر کعب الاحبار کی روایت سے اس واقعہ پر روشنی ڈالی ہے کہ کُتا کیونکر اصحاب کہف کے ساتھ غار تک چلا آیا۔ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں اصحاب کہف کو دیکھنا چاہتا ہوں، جواب ملا کہ دنیا میں یہ آرزو پوری نہیں کی جاسکتی۔ حکم ملا کہ آپ اپنے چار صحابہ کو بھیج کر اصحاب کہف کو اسلام کی دعوت دیں یہ ایسے واقعات ہیں کہ جن کو عقل تسلیم نہیں کرسکتی۔[23]

سورہ کہف میں جہاں یاجوج و ماجوج کا ذکر آیا ہے وہاں بھی امام ثعلبی نے بعید از عقل طویل افسانے بیان کئے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح اکثر مفسرین قرآن کریم کی الگ الگ سورتوں کے فضائل سے متعلق موضوع احادیث سے دھوکہ کھاگئے اسی طرح ثعلبی بھی اس دام فریب میں مبتلاء ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ وہ ہر سورت کے آغاز میں بروایت ابی بن کعب ایک حدیث اس سورت کی فضیلت میں بیان کرتے ہیں اسی طرح جو احادیث موضوعہ شیعہ کے یہاں زبان زد عام تھیں ثعلبی ان سے بھی دھوکہ کھاگئے چنانچہ وہ بے شمار ایسی موضوع احادیث ذکر کرتے ہیں پھر ان پر نقد و جرح بھی نہیں کرتے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ثعلبی نقدِ احادیث کے فن سے یکسر بے گانہ تھے۔

ثعلبی نے اسرائیلیات اور احادیث موضوعہ کا جو ذخیرہ اپنی تفسیر میں جمع کیا تھا اس کی بناء پر نقاد حدیث نے ان کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"ثعلبی اگرچہ بذات خود دیندار اور بھلے آدمی تھے مگر حاطب اللیل (رات کا لکڑ ہارا) تھے، کتب تفسیر میں جو صحیح و ضعیف اور موضوع روایات ملتیں ان کو اپنی تفسیر میں جگہ دیتے"۔[24]

حق بات یہ ہے کہ ثعلبی علم حدیث سے بے گانہ تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ حدیث صحیح اور حدیث موضوع میں فرق نہ کرسکتے تھے تو اس میں کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اپنی تفسیر میں ایسی احادیث ذکر نہ کرتے جو شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے نام سے گھڑلی ہیں اور علماء ان کی نقل و روایت سے احتراز کرتے ہیں۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس کے باوجود ثعلبی تمام یا اکثر کتب تفسیر پر شدید تنقید کرتے ہیں حتی کہ ابن جریر کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے جن کی تفسیر کی مدح وثناء میں سب لوگ رطب اللسان ہیں۔

حق بات یہ ہے کہ ثعلبی علم حدیث سے بے گانہ تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ حدیث صحیح اور حدیث موضوع میں فرق نہ کر سکتے تھے تو اس میں کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اپنی تفسیر میں ایسی احادیث قطعاً ذکر نہ کرتے جو شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے نام سے گھڑلی ہیں اور علماء ان کی نقل وروایت سے احتراز کرتے ہیں۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس کے باوجود ثعلبی تمام یا اکثر کتب تفسیر پر شدید تنقید کرتے ہیں حتی کہ ابن جریر کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے جن کی تفسیر کی مدح وثناء میں سب لوگ رطب اللسان ہیں۔

نتائج البحث:

1۔ امام ثعلبی کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ آپ بیک وقت مفسر، فقیہ، مجتہد اور عظیم محقق تھے۔ آپ زہد و تقوی کا مثالی نمونہ تھے۔ آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ کثیر تلامذہ نے آپ سے کسب علم کیا۔ آپ مختلف علوم شرعیہ سے واقف اور کثیر کتب کے مصنف تھے۔

2۔ امام ثعلبی نے تفسیر ثعلبی میں تفسیر بالماثور کے منہج کو اپنایا ہے۔ تفسیر میں امام ثعلبی سب سے پہلے تفسیر القرآن بالقرآن پھر احادیث نبوی ﷺ اور اقوال صحابہ و تابعین پیش کرتے ہیں۔ اپنی تفسیر میں علمی چاشنی شامل کرتے ہوئے لغت، نحو اور قرأت جیسے علوم کے مباحث بھی کیے ہیں۔ روایات کے سلسلہ میں جہاں صحیح روایات کو ذکر کرتے ہیں وہیں ان روایات کو بھی شامل تفسیر کرتے ہیں کہ جو صحیح درجہ کی نہیں ہوتیں اور بعض جگہ بغیر سند اور سیاق وسباق کے بھی حدیث نبوی ﷺ ذکر کر دیتے ہیں۔

3۔ مفسرین کے اقوال کو بڑی عمدہ ترتیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ قاری تمام اقوال کے مفہوم کے بعد باآسانی نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ ان کا ایک عظیم اور منفرد اسلوب ہے جس کا دیگر تفاسیر میں فقدان ہے۔ امام ثعلبی اقوال کو بھی مضبوط سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاہم بعض جگہ کمزور سند بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ آپ کی تفسیر کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کے بعد کے مفسرین نے اس کو بطور مصدر استعمال کیا ہے۔

4۔ تفسیر کے مطالعہ سے یہ نتیجہ بھی سامنے آتا ہے کہ امام ثعلبی معتدل مزاج مفسر ہیں۔ آپ نے اپنی تفسیر میں بغیر کسی تعصب کے آئمہ و مجتہدین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔ آپ عقیدہ اہلسنت کے مطابق تفسیر کرتے ہیں تاہم اگر دوسرے آئمہ کے اقوال قوی ہوں تو ان کو بھی ترجیح دیتے ہیں۔ ان تمام نتائج کی روشنی میں برملا کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی تفسیر انتہائی عمدہ، آسان، عام فہم اور معتدل ہے۔ بلاتردد اس تفسیر سے بطور مصدر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

[1] ذہبی، امام شمس الدین ذہبی متوفیٰ 748ھ، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ (۱۹۹۶ء)، ۱۷: ۴۳۶

[2] سیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر متوفیٰ 911ھ، طبقات المفسرین، قاہرہ، مکتبہ وھبہ (۱۳۹۶ء)، ۴۶

[3] واحدی، علی بن احمد بن محمد الواحدی متوفیٰ 468ھ ،الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، بیروت دارالکتب العلمیہ (۱۹۹۴ء)، ۲: ۲۲۸

[4] ذہبی۔ امام شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱: ۸۰

[5] ابن اثیر، عزالدین ابن الاثیر الجزری متوفیٰ 630ھ، اللباب فی تھذیب الانساب، بغداد، مکتبہ المثنی، ۱: ۲۳۸

[6] ثعلبی، ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراھیم الثعلبی نیشاپوری متوفیٰ 427ھ، عرائس المجالس، مکتبہ جمہوریہ العربیہ (۱۴۳۶ھ)، ۱: ۲۴۳، ۲۴۴

[7] سبکی، عبد الوہاب بن تقی الدین متوفیٰ 1370ھ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، قاہرہ، مکتبہ دار الھجر (۱۴۱۳ھ)، ۴: ۲۵۸

[8] سبکی۔ عبد الوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ۱: ۱۵۹

[9] ذہبی، ڈاکٹر محمد حسین الذہبی متوفیٰ 1977ء، التفسیر والمفسرون، قاہرہ، مکتبہ وھبہ (1396) ۱: 163

[10] البقرہ: ۹۰

[11] تفسیر ثعلبی 1: 235

[12] الاندلسی، محمد بن یوسف ابوحیان متوفیٰ 745ھ، ھدایۃ النحو ،مکتبہ رحمانیہ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردوبازار ،لاہور، 17

[13] ایضاً

[14] النساء: ۱۱

[15] تفسیر ثعلبی، ۲: ۹۱

[16] النساء: ۴۳

[17] تفسیر ثعلبی، ۲: ۱۳۵

[18] البقرۃ: ۱۸۴

[19] البقرۃ: ۱۸۵

[20] القیامۃ:۲۳،۲۲

[21] ذہبی،ڈاکٹر محمد حسین الذہبی،التفسیر والمفسرون،ا:167

[22] الکہف:۱۰

[23] تفسیر ثعلبی،۴:۱۲۱

[24] ابن تیمیہ، تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالعلیم بن عبدالسلام متوفیٰ728ھ،مقدمہ فی اصول التفسیر ،بیروت مکتبہ دارالحیاۃ(۱۹۸۰ء)،۹۱